آل انڈیا سنی کانفرنس کے تاسیسی اجلاس میں مولانا حامد رضا خاں کا خطبہ: ایک جائزہ

(*Mawlānā Ḥāmid Razā Khān's* Speech at the Founding Session of "All India Sunni Conference": An Overview)

* Waqar Hussain

** Dr. Nasiruddin

Abstract

Muslim leaders presented various schemes to uplift the religious, educational, social, economic and political conditions of the Muslims in British India. This article studies *Mawlānā Ḥāmid Razā Khān's* speech in 1925 at the founding session of "All India Sunni Conference", also known as "*Jamī'at-e-'Ālia al-Markaziah*". In this sermon, *Ḥāmid Razā Khān* highlighted the misery of the Indian Muslims and proposed reforms for improvements. He highlighted the need of Islamic education for the Muslims and active propagation of the Islamic values. He proposed a system of education from local to the federal levels. He was in favor of Muslim unity rather than making friendships with other nations. He presented a detailed strategy to handle the situation during the ongoing crises that Muslims were facing after the failure of *Khilāfat* Movement. He advised the Muslims to focus on vocational learning and business; to avoid from unnecessary spending and luxuries and proposed formation of a *Bait al-Māl* (public fund) for financing small businesses and needs.

Key Words: *Ḥāmid Razā Khān*, All India Sunni Conference, sermon

* PhD Scholar Islamic Studies, University of Karachi, Karachi

** Faculty member Department of Islamic Studies, University of Karachi, Karachi

بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں ہندوستان کے مسلمان نے متعدد تحریکیں مثلاً تحریکِ ہجرت، تحریکِ ترکِ موالات تحریکِ خلافت وغیرہ شروع کیں، لیکن یہ اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہیں۔ان تحریکات کے بعد مسلمان مزید زوال کا شکار ہوئے اور پھر شدھی تحریک نے تو ان کے ایمان کو ہی خطرے میں ڈال دیا۔ اس ماحول میں مسلمانوں کی زبوں حالی اور کفار کے ظلم و ستم سے نجات کے لیے 1343ھ/1925ء میں مراد آباد (اتر پردیش) میں "الجمعیۃ العالیۃ المرکز یہ" کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی گئی، جسے آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[1] اس کانفرنس کا تاسیسی اجلاس 16 تا 19 مارچ 1925ء کو مراد آباد میں منعقد ہوا۔اس اجلاس میں جید علماے کرام اور مشائخ عظام نے ہندوستان کے مسلمانوں کو نئے چیلنجز سے نبرد آزما ہونے اور مشکل وقت میں اپنے دینی و ملی تشخص پر قائم رہتے ہوئے اپنے جان و مال کی حفاظت کرنے کالائحہ عمل بیان کیا۔اس موقع پر کانفرنس کے بانیوں میں سے ایک نمایاں شخصیت مولانا حامد رضا خاں (1292ھ /1875ء- 1362ھ/1943ء)[2] نے ایک اہم خطبہ ارشاد فرمایا۔یہ خطبہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت جامع تھا۔ ان سطور میں اس خطبے کا مطالعہ پیش نظر ہے۔

خطبے کے اہم نکات

زیرِ نظر خطبے میں مولانا حامد رضا خاں نے چار مقاصد اور 30 عنوانات کے تحت مسلمانوں کو درپیش مسائل سے نمٹنے کا حل بیان کیا، جس میں داخلی، خارجی، انفرادی، اجتماعی، سیاسی، معاشی اور دینی و ملی مختلف نوعیت کے مسائل اور ان کے حل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی۔ اس کے مقاصد اور ذیلی عناوین کچھ اس طرح ہیں: 1۔پہلا مقصد: تبلیغِ دین، تبلیغ ،موجودہ زمانہ۔ 2۔دوسرا مقصد: مذہبی تعلیم،مدرسۃ التبلیغ، بچوں کی تعلیم، تبلیغ کا کام، مناظرہ۔3۔ تیسرا مقصد: حفظِ امن اور حصولِ اتحاد، تمدن، باہمی تعلقات، اتفاق کا اصل الاصول ،اتحاد، تفرقہ اقوام، باہمی سلوک، باہمی اصلاح کی تدبیر، مساجد کی انجمنیں، اغیار کے ساتھ ہمارا برتاؤ، ہندو حملہ آور ہوں تو کیا کرنا چاہیے ؟، ہندو سنگھٹن ،حکومت کا محکمہ تفتیش، سوراج۔4۔چوتھا مقصد: اصلاح معاشرت ،معاشرت، مصارف، سودی قرض، سود سے کس طرح نجات حاصل کی جائے، ذخیرہ قرض حسن یا اسلامی بیت المال، ادائے قرض کی تدابیر۔

خطبے کا اہم نکات کا تفصیلی مطالعہ

اس خطبے کو مولانا نے ابتدائی طور پر چار حصوں میں تقسیم کیا اور اسے کامیابی کی کنجی قرار دیا: 1۔ تبلیغ۔ 2۔مذہبی

---

[1] مولانا حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ (کراچی: مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، 2015ء)، 11۔

[2] مولانا حامد رضا خاں مولانا احمد رضا خاں کے بڑے فرزند اور جانشین تھے۔آپ مصنف، مفتی، مدرس اور نعت گو شاعر بھی تھے۔ علماے بریلی میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔اس ضمن میں مزید معلومات کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر شبنم خاتون، امام احمد رضا خان کی عربی خدمات (لاہور: کتاب محل، 2018ء)، 68۔

تعلیم۔3۔ حفظِ امن اور حصول اتحاد۔4۔ اصلاح معاشرت۔اب ہم خطبے کے ان اہم نکات کا تفصلی مطالعہ کرتے ہیں۔

عہدِ حاضر

"عہد حاضر" کے عنوان کے تحت مولانا حامد رضا خاں نے بطور تمہید اپنے زمانے میں مسلمانوں کے آپس میں مناقشات، بد عتمادی، دوست و دشمن سے ناواقفیت، امیر و غریب کا تفاوت اور اغیار کی خدمت گزاری کرنے والوں کا شکوہ کیا۔ اس کے بعد یہ بتایا کہ انھوں نے مسلمانوں کو متحد کرنے کے لیے ذی علم علما اور عالی ذہن فضلا سے تدبیر و اصلاح کی خواہش کا اظہار کیا تھا، لیکن جب کہیں سے خاطر خواہ تحریر نہ آئی تو خود اپنے خیالات کو قلم بند کیا۔

پہلا مقصد: تبلیغ

اہمیتِ تبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے اُس وقت کے حالات کا نقشہ کھینچا اور شدھی تحریک کی نقاب کشائی کی، نیز بتایا کہ ان حالات میں تبلیغ کا فریضہ انجام دینا انتہائی ضروری ہے۔اس ضمن میں مولانا حامد رضا خاں نے بتایا کہ تبلیغ ہی ایسا واحد ذریعہ ہے جس کے ذریعے اسلام کو عروج ملا اور عرب سے عجم تک پھلا پھولا۔آپ نے فرمایا کہ مبلغ جس طبقے میں ہو وہ اپنا مشن جاری رکھے، بادشاہ ہو، وزیر ہو یا عام مسلمان ہو، سفر میں ہو یا حضر میں۔گنگا اور جمنا تک اسلام کا آنا محض تبلیغ کی وجہ سے ہوا، کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ[3]" اے رسول: پہنچا دو جو اتارا گیا۔آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے۔"'موجودہ زمانہ' کے عنوان کے تحت مولانا حامد رضا خاں نے ہندوں کی شروع کردہ شدھی تحریک کے حقائق شرکا کے سامنے رکھے کہ کس کس طرح مسلمانوں کے خلاف اس تحریک کی سرگرمیاں جاری ہیں۔آپ نے شدھی تحریک کے تحت ہندوں کے بارے میں فرمایا:

> طمع اور دباؤ سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔یہی ان کی تبلیغ کا ذریعہ ہے۔ان حالات پر نظر کرتے ہوئے تبلیغ و حفاظتِ اسلام کا مسئلہ اور بھی اہم ہو جاتا ہے۔اب تک تو شدھی (تحریک) کی کوششیں راجپوتانہ ہی میں تھیں، لیکن اب انھوں نے اپنا میدانِ عمل وسیع کر دیا ہے اور تمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے (مسلمانوں کے ایمان پر) ہاتھ مارتے ہیں۔[4]

اس کے بعد آپ نے علمائے اسلام کی کوششوں کا تذکرہ کیا ہے، جس کے آگے مذکورہ شدھی تحریک بے اثر ثابت ہو رہی تھی۔

ضرورتِ تبلیغ کے عنوان کا جائزہ

مولانا حامد رضا خاں نے ضرورت تبلیغ کے حوالے سے جو ارشادات فرمائے اگر ان کا جائزہ لیا جائے تو موجودہ دور میں بھی ان نکات کی افادیت بہت زیادہ ہے۔ عصرِ حاضر میں سیکولرزم، الحاد اور کفریات کی اشاعت کی جو سرگرمیاں جاری ہیں ان سے نوجوان نسل ایمانی طور پر متاثر ہو رہی ہے۔ چنانچہ مختلف مکاتب فکر کی تبلیغی تنظیموں نے میدان عمل میں

---

[3] المائدہ، 5: 67۔

[4] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 18۔

قدم رکھا ہے اور علمی طور پر مولانا کی تجاویز کو بروئے کار لائی ہیں۔ مزید ضرورت ہے کہ ان نکات کی روشنی میں تبلیغ کو ہر مسلمان اپنی زندگی کا لازمی جز بنائے۔

دوسرا مقصد: مذہبی تعلیم

تبلیغ کے عنوان پر گفت گو کرتے ہوئے مولانا حامد رضا خاں نے مقصدِ دوم یعنی مذہبی تعلیم کے حوالے سے فرمایا کہ تبلیغ دین کے ساتھ مدرسے کے ذریعہ سے مبلغ بنائے جائیں، چھوٹے بچوں اور بچیوں کو مذہبی تعلیم صحیح انداز میں دی جائے، جس کے قواعد و ضوابط ہوں۔ ایک مقصد کے تحت ان میں قابل طلبہ کو کسی ایک شعبہ دین کا ماہر بنایا جائے اور قریہ قریہ گاؤں گاؤں ان کو بھیجا جائے اور ان کو ضلع اور دیہات میں تقسیم کرکے ہفتہ وار رپورٹ لی جائے۔ اس طرح بوڑھے، کاشتکار، تاجر، مزدور جو گھریلو ذمہ داریوں میں الجھے ہوئے ہیں ان کو روزانہ ایک مقرر وقت میں شرعی مسائل سے آگاہ کیا جائے۔ اور انگریزی مدارس کے طلبہ کے لئے رات کا مدرسہ بنایا جائے، جس میں محض دینیات کی تعلیم دی جائے اور ہر مدرسہ کا مقصد تبلیغ ہو اور اس میں سعی بلیغ لازم ہے۔[5] مناظرہ بھی تبلیغ دین کا ایک طریقہ رہا ہے جس میں اپنے مخالف کی بات کو دلائل سے رد کر دیا جاتا ہے اور یہ بھی احقاقِ حق کے لئے ہونا چاہیے۔ ہندو، بدمذہب، عقل کے ذریعے سے سادہ مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں، لہٰذا ان کو عقل کے ذریعے سے ہی دین کی طرف مائل کرنا ہوگا۔ "مناظرہ" کے عنوان کے تحت مولانا نے فرمایا کہ مناظرہ وہی لوگ کریں جنھیں جمعیت عالیہ نے مناظرہ کی سند دی ہو اور مناظرہ میں گفت گو نتیجہ خیز اور مفید کرنے کی کوشش کی جائے۔

مولانا حامد رضا خاں نے تعلیم کے لیے جو لائحہ عمل پیش کیا اس پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ مسلمانوں کا ایک مضبوط مذہبی تعلیمی نظام چاہتے تھے۔ وہ نا صرف تعلیمی ضروریات سے واقف تھے بلکہ بچوں، بڑوں اور اپنے روزگار میں مصروف مسلمانوں کے لیے علیحدہ علیحدہ طرزِ تعلیم کے قائل تھے۔ ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ انھوں نے مسلمان بچیوں اور عورتوں کی تعلیم کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔ ان کا پیش کردہ نظام قصبہ کے مدارس کو ضلع کے بڑے مدرسہ اور ضلع کے مدارس کو صوبہ کے مدرسۂ عالیہ کے ماتحت منظّم کرتا ہے۔ پھر یہ صوبائی مدارس عالیہ خود جمعیت عالیہ کے زیرِ نگرانی ہوتے۔ اس طرح مدارس اور تعلیم کا ایک مربوط اور منظّم نیٹ ورک وہ تشکیل دینا چاہتے تھے۔ ان کے پیش نظر مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کا ایک وسیع اور ہمہ جہت منصوبہ تھا۔

موجودہ دور کے تناظر میں دیکھا جائے تو مولانا حامد رضا خاں کی یہ تجاویز جدید طریقہ تعلیم سے ہم آہنگ نظر آتی ہیں۔ موجودہ دور میں کالجز یونیورسٹیوں سے ملحق ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بڑی یونیورسٹیاں دیگر اضلاع اور شہروں میں کیمپس قائم کرتی ہیں۔ اسی طرح مختلف مکاتب فکر کے مدارس بورڈ قائم ہو چکے ہیں جن کے مرکزی دفاتر صوبائی دفاتر اور بڑے مدارس کے ذریعے چھوٹے مدارس سے ربط میں ہوتے ہیں، بلکہ مقامی مدارس کے امتحانات بڑے مدارس

---

[5] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 24۔

میں ہی لیے جاتے ہیں نیز خواتین کے مدارس بھی قائم ہیں۔ مولانا کے پیش کردہ نکات کی روشنی میں رات کے مدارس اور دنیاوی تعلیم یا روزگار میں مصروف افراد کے لیے دینیات کی کلاسز کی تجاویز موجودہ حالات میں نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔

تیسرا مقصد: حفظِ امن اور حصولِ اتحاد

"حفظِ امن اور حصول اتحاد" کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے مولانا حامد رضا خاں نے مسلمانوں کے تمدن (رہن سہن)، غیر مسلم اقوام سے تعلقات، اتفاق، مختلف مذاہب کے ساتھ اتحاد، تفرقۂ اقوام، باہمی سلوک، اصلاح کی تدبیر، مساجد کی انجمنیں، اغیار کے ساتھ برتاؤ، ہندو سنگٹھن پر تفصیلی گفت گو فرمائی۔ "تمدن" کے عنوان کے تحت اسلامی تمدن اور غیروں سے متاثر نہ ہونے کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ امر عقلا کا تسلیم شدہ ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور اس کے کام باہمی اعانت کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے۔ دنیا کی قوموں پر مسلمانوں کو قیاس کرنا اور ان کے لیے ان کی تقلید لازم کرنا بالکل غیر صحیح ہے، یہی وہ غلطی ہے جس کا عرصہ دراز سے ارتکاب کیا جاتا ہے۔ دنیا کی قومیں مذہبی حیثیت میں مسلمانوں سے کچھ نسبت نہیں رکھتیں اور اسلام نے مسلمانوں کو مذہب کی رو سے کسی کا محتاج نہیں چھوڑا، بلکہ مسلمانوں کی تمام ضروریات کو خود پورا کیا ہے۔ بعض اصحاب مسلمانوں کی راہنمائی کا شوق رکھتے ہیں لیکن دینی علوم سے دوری ہونے کی وجہ سے کبھی نصاریٰ کی تقلید پر آمادہ کرنے لگتے ہیں اور کبھی دیگر اقوام سے متاثر ہونے لگتے ہیں۔[6] اس کے بعد مولانا نے مسلمانوں کو لائحہ عمل دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا تمدن وہی ہونا چاہیے جو ہمیں شریعت نے تعلیم فرمایا ہے اور یہی ہمارا دستور العمل ہے۔[7] اتحاد و اتفاق اور باہمی تعلقات کے عنوانات کے تحت مولانا نے اس دور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا:

> اتحاد اور باہمی تعلقات پر عرصہ دراز سے اربابِ خرد اور رہنمایانِ قوم نے دماغ سوزیاں کی ہیں، مگر اب تک کوئی نتیجہ کارآمد نہیں نکلا، اور ایسی راہ ہاتھ نہیں آئی جس پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے۔ ممبروں اور اسٹیجوں پر علما اور لیڈر سب اتحاد کی ترانہ سنجیاں کیا کرتے ہیں، مگر وہ ایک دل خوش کن تقریر ہوتی ہے۔ اس پر تھوڑی دیر کے لئے مجمع واہ واہ تو کر دیتا ہے، مگر اس کا نتیجہ اگر نکلتا ہے تو جنگ جوئی ہوتی ہے، اور اتحاد کی تحریکوں کا تخم اختلاف بلکہ عناد کا پھل لایا کرتا ہے۔[8]

مولانا حامد رضا خاں تحریکِ خلافت کے عینی شاہد تھے۔ انھوں نے خلافت کمیٹی کے رہنماؤں کی شریعت کے خلاف سرگرمیوں کو جو انھوں نے ہندوؤں کی حمایت کے حصول کے لیے کی تھیں، اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

---

[6] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 25۔

[7] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 26۔

[8] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 27۔

خلافت کمیٹی کے عروج و اقبال کے زمانہ میں جب اتحاد اتنا ضروری سمجھا گیا کہ اس کے حدود وسیع کرنے کے لیے مذہب کی شہر پناہ کو منہدم کرنا ناگزیر خیال کیا گیا اور اس اتحاد کے لیے ہندوؤں کی طرف سے اس طرح ہاتھ بڑھایا گیا جس سے اپنے مذہبی امتیازات چھوڑنا پڑے۔ گئو رکھشا کی، نام آور لیڈروں نے قشقہ لگائے، گلال اڑائے، ہولیاں کھیلیں، جے پکاری، ارتھی اٹھائی، ہنود کے سرغنہ متعصبوں کو مسجدوں میں ممبروں پر بٹھایا، گائے کے گوشت کے خلاف کتابیں لکھیں، رسالے تصنیف کئے، ناکردہ گناہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی خاطر مجرم قرار دیا۔"[9]

ہندوؤں سے اتحاد کے لیے مسلمانوں کی درج بالا بے جا قربانیوں کے باوجود کیا ہوا؟ اس بارے میں مولانا حامد رضا خاں فرماتے ہیں کہ پھر بھی مسلمان ہندوؤں کے دلوں کو فتح نہ کرسکے اور ان کی نفرت میں مزید اضافہ ہوتا رہا۔ اگر واقعی اتفاق ممکن ہو اور ہم کوئی نتیجہ برآمد کرسکیں تو ہمیں بہت غور و فکر سے کام لینا ہوگا۔ کیونکہ جن دو فرقوں میں منافات ہو ان کو جمع کرنے کی ہوس فحش اغلاط اور ناممکن کو ممکن بنانے کی سعی ہے۔ بے شک دو گھوڑوں کو ایک گاڑی میں جوڑ کر زیادہ وزن کھینچا جاسکتا ہے، لیکن بکری اور بھیڑیے کو ایک جگہ جمع کرکے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ چاول اور دال ملا کر ایک تیسری چیز بنائی جاسکتی ہے۔ اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر دو چیزیں مل کر تیسری چیز کے وجود کی مفید ہوتی ہے۔ لیکن ان دونوں کی ہستی تنہا جو فائدہ پہنچا سکتی ہے یہ مرکب اس سے زیادہ نفع دے دیتا، بشرطیکہ ان میں نفرت و کدورت نہ ہو اور مسلمانوں کا دیگر اقوام سے اتحاد و اتفاق اور باہمی تعلق ایسا ہے جیسے ایک خرمن کو آگ کے ساتھ جمع کیا جائے۔ نتیجہ صرف بربادی ہے۔[10]

ہندوں سے اتحاد کی کوششوں، ان کوششوں کی ناکامی اور ناکامی کی وجہ بیان کرنے کے بعد مولانا حامد رضا خاں نے طریقہ اتحاد کی تجویز دی کہ بہتر یہ ہے کہ ایک فکر کے حامل افراد باہمی اصلاح کی تدبیر کریں اور اسی میں مسلمانوں کا زیادہ فائدہ ہے۔ نیز باہمی سلوک، اخوت و محبت کو اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ لازم کریں۔[11]

اغیار کی ریشہ دوانیاں اور ان سے برتاؤ کے عنوانات کے تحت مولانا حامد رضا خاں نے امن کے قیام میں مسلمانوں کے کردار پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد آپ نے ہندوں کے طرزِ عمل کو بھی بیان کیا۔ شدھی تحریک کے دوران ہندوں کی تشدد اور عدم برداشت کی جارحانہ پالیسی کے آپ عینی شاہد تھے۔ چناچہ ان حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا حامد رضا خان نے فرمایا "مختلف فرقوں اور دین والوں کے ساتھ ہمیں کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے؟ اس وقت ہمیں اپنی دوستی اور اپنے تحفظ کا فکر دامن گیر ہے۔ ہمیں جس طرح بھی ممکن ہو امن کی زندگی بسر کرنا چاہیے۔ جھگڑے اور نزاع کا جس

[9] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 27۔

[10] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 30۔

[11] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 36۔

راہ میں خطرہ اور اندیشہ ہو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ مسلمان اس کے حامی ہیں۔ خدا کا شکر جہاں تک مجھے علم ہے کہ اب تک ہند کے مسلمان ہر مقام پر امن کے حامی رہے ہیں۔[12] جب کہ کفار کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھ دشمنوں سے بھی بدتر ہے۔ وہ مسلمانوں کو مارتے ہیں اور پھر جھوٹے مقدمے بھی کرادیتے ہیں۔ مساجد کے سامنے سنکھ، باجے بجا کر فساد کی بنیادیں پیدا کرتے ہیں اور مختلف جماعتیں ہندو سنگھٹن، مہاسبا، سیوا سمتی اور سوراج جیسی تنظیمیں پورے ملک میں شر رافشاں کرکے جنگ و جدل کی آگ لگانا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں مسلمانوں کو چاہیے کہ فوراً احکامِ بالا کو مطلع کریں اور فتنہ و فساد کو روکنے اور امن و امان قائم رکھنے اور اپنی جان و مال کی حفاظت کی استدعا کریں اور یہ کوشش کی جائے کہ بازاروں اور سڑکوں میں گانے اور باجے کے ساتھ ہر جلوس ممنوع قرار دیا جائے خواہ وہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا۔ اگرچہ مسلمانوں کا کوئی جلوس دل آزار نظموں اور توہین آمیز گیتوں پر مشتمل نہیں ہوتا، لیکن جو ہندوؤں کے جلوس جو آئے دن نکلتے رہتے ہیں ان میں ایسی اشتعال انگیزیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے فتنے کی بنیاد ہی ختم کردیں۔ گو اس میں ہم پر بھی ایک پابندی عائد ہو۔[13]

مولانا حامد رضا خاں نے اتحاد کی کوششوں کی جن اغلاط کی نشان دہی کی ہے وہ قابلِ غور ہیں۔ غیر فطری اتحادوں کا عموماً یہی حال ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے دیگر اقوام کو راضی کرنے کے لیے جب جب دینی احکامات کے خلاف کیا ان کو فائدے کے بجائے نقصان ہوا۔ اس کے برعکس جب مسلمانوں نے اپنی صفوں میں اتحاد کی کوشش کی ان کو کامیابی ملی۔ چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب مسلم لیگ کی قیادت تلے ہندوستان کے مسلمان اپنے حقوق کے لیے متحد ہوئے تو پاکستان جیسی نعمت ان کو حاصل ہوئی۔ آج بھی مسلمان اگر اغیار کی خوشامد اور ان کی حمایت کے حصول کے لیے شریعت کا خلاف کرنا چھوڑ دیں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور اتفاق پر عمل پیرا ہوں تو اُمت مسلمہ کا وقار اقوام عالم میں بحال ہو سکتا ہے بصورت دیگر اغیار کی حمایت سے ہمیں فوائد سے زیادہ نقصانات ہی ہوئے ہیں۔

چوتھا مقصد: اصلاح معاشرت

اصلاح معاشرت کے عنوان کے تحت مولانا حامد رضا خاں نے مسلمانوں کی ناداری، ہنرمندی اور تجارت کی اہمیت، مصارف میں کمی کی ضرورت، سودی قرض کا وبال، سود سے نجات کی اہمیت و طریقہ، ذخیرۂ قرضِ حسن اور ادائیگی قرض کی تدبیر کے موضوعات پر روشنی ڈالی۔ اُس وقت مسلمانوں کی معاشی حالت کے بارے میں مولانا حامد رضا خان لکھتے ہیں کہ ہماری معاشرت اس وقت جیسی خراب ہے اور ہم جس نازک حالت کو پہنچ گئے ہیں وہ ظاہر ہے۔ ہمارے پاس زمیں نہیں رہی ہیں؛ بود و باش کے لئے جھونپڑے تک نہیں ہیں؛ مسلمان قصبوں اور ضلعوں میں اکثر کرایہ کے مکانوں میں رہتے ہیں اور جو کسی مکان کو اپنا مکان بتاتے ہیں وہ مجازاً بتاتے ہیں، حقیقتاً وہ مکان کسی ہندو کا ہوتا ہے جو ابھی تک ان کے

[12] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 42۔

[13] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 48۔

نام سے موسوم تو ہے لیکن قرضہ میں مکفول ہے، اور ان کی استطاعت سے باہر ہے کہ اُسے واگذاشت کرا سکیں۔[14] مولانا کے مطابق اسلام نے اس صورت حال سے نکلنے کے حل پہلے سے بیان کر رکھے ہیں، جن میں حرفت اور تجارت سرِ فہرست ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اس ذلت کو دور کرنے کے لیے مسلمانوں کو تجارت جیسی سنت کو زندہ کرنا ہوگا جسے ایک نامعلوم مدت سے مسلمانوں نے عیب قرار دے رکھا ہے۔ جب کہ حریف قوم تجارت ہی کی بدولت صاحبِ ثروت ہو گئی اور آج ہماری ضروریاتِ زندگی انھی قوموں کے ہاتھوں میں ہے جنھوں نے ہمیں اعلانِ جنگ دے رکھا ہے۔[15] مولانا حامد رضا خاں مسلمانوں کی تجارت سے بے اعتنائی اور قلّتِ سرمایہ اور ہمسایوں کی اس ضمن میں کاوشوں سے متعلق واضح کیا کہ ہمسایہ قوم کو دیکھیے جو تجارت میں بہت ماہر ہے اور جس کا تجارت پیشہ ہوگیا ہے۔ ان میں اگر لاکھوں اور کروڑوں کے سرمایہ دار بھی ہیں تو ان میں وہ بھی ہیں جو زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے کے چنے یا سگریٹ یا پان لے کر بیچتے پھرتے ہیں اور اس سے بھی کم حیثیت وہ ہیں جو آلو کی چاٹ کے خوانچے لگاتے ہیں۔ ان کے سرمایہ پر نظر کیجیے اور پھر دیکھیے کہ چاٹ بیچ کر یہ تمام اپنے کنبے کی پرورش کرتے ہیں، مکان بناتے ہیں، شادی بیاہ کرتے ہیں، بیماری اور موت کے خرچ اٹھاتے ہیں، قومی اور مذہبی کاموں میں دیتے ہیں۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد معقول رقم پیدا کرکے دوکان لے بیٹھتے ہیں۔ ہم کیوں خوابِ غفلت میں ہیں۔[16]

مولانا کے بقول مسلمانوں کو تجارت کے ذریعے سے بحالیِ معاشرت کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ مسنون اور موجب برکت ہے۔ مصارف کے صحیح استعمال سے متعلق مسلمانوں کی حالت پر گفت گو کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ مسلمانوں کو فضول خرچ نہیں ہونا چاہیے اور جو چلن مسلمانوں میں رائج ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر حد سے زیادہ خرچ کرتے ہیں اس سے اجتناب کریں۔ اسی طرح کھیل تماشہ دیکھنا بند کردیں، ناٹک، تھیٹر وغیرہ جہاں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے زیادہ ہوتی ہے، باوجودیکہ ملک میں ہندو مسلمانوں سے سہ چند ہیں یہ خصلتیں ہمیں برباد کر رہی ہیں۔[17] اس سلسلہ میں مولانا نے دیگر مسلمانوں کو تدبر اور اخلاقی دباؤ کے ذریعے فضول خرچی کرنے والے مسلمان کو اسراف سے بعض رکھنے کی تجویز پیش کی۔ سود اور اس سے نجات اور ادائے قرض کا طریقہ کے عنوانات کے تحت مولانا نے فرمایا کہ سود ایک بہت بڑی لعنت ہے۔ اور اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے سودی قرض وہ بلا ہے جو لیتے وقت مالِ مفت معلوم ہوتا ہے اور اس مال کو آدمی بڑی بے دردی سے خرچ کرتا ہے، لیکن وہ بہت جلد گھر بار نیلام کرکے محتاج بنا دیتا ہے۔ اور سود ایسی نحوست ہے کہ ادا ہی نہیں ہوتا۔ ہندوستان کا امیر طبقہ ہو یا غریب ہو وہ سود جیسے برے عمل میں

---

[14] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 50۔

[15] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 51۔

[16] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 52۔

[17] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 55۔

اپنی جایداد کے مال و متاع کو کھو چکے ہیں اور مسلمانوں کے اموال دشمنوں کے قبضے میں پہنچ کر اسلام کی مخالفت اور بیخ کنی میں صرف ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو شریعتِ مطہرہ کے دامن میں پناہ لینی چاہیے، اور سودی لین دین کو قطعی طور پر ترک کر دینا چاہیے۔ اب تک مسلمان اس حکم کی تعمیل نہ کرکے برباد ہوئے ہیں تو اب ہوش میں آئیں اور پہلی بربادیوں کا علاج یہ ہے کہ سود دینے اور سودی قرض لینے سے بچیں اور سچی توبہ کریں کہ آیندہ کچھ بھی حال ہو مگر سودی قرض نہ لیں گے ہر مصیبت برداشت کریں گے مگر سود نہ لینگے۔[18]

مولانا نے اس بات کو قبول کیا کہ بعض صورتوں میں قرض کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اس صورت میں تدبیر اور لائحہ عمل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ ضرورت ہو تو سود کے بجائے اپنے مسلمانوں سے قرضِ حسن لیں اور اس سلسے میں تمام مسلمان خاندانوں کی معاونت سے اسلامی بیت المال کو متعارف کروایا جائے کہ ہر شخص اگر وہ صاحبِ اولاد ہے تو اپنی اولاد سے ایک لڑکا زیادہ فرض کرے اور اگر صاحبِ اولاد نہیں ہے تو فرض کرے کہ اس کا ایک فرزند ہے اور وہ روزانہ اپنے اس فرض فرزند کے نام سے حسبِ حیثیت دو آنے چار آنے پیسے دو پیسے جیسی گنجائش ہو مقفل صندوقچہ میں ڈال دیا کریں چاہے مقدار کم ہو مگر ترک نہ کرے۔ اس طرح اگر ایک قصبے میں بیس ہزار مسلمان ہوں اور ان میں بوڑھے بچے نادار چھوڑ کر کم سے کم چھ ہزار مان لیے جائیں اور فرض کیا جائے کہ ادنیٰ درجہ ایک پیسہ یومیہ اس ذخیرے کے لیے جمع کرتے ہیں تو قریب چورانوے روپے یومیہ جمع ہونے لگیں اور ایک ماہ میں دو ہزار آٹھ سو بیس اور چھ ماہ میں سولہ ہزار نو سو بیس روپے ایک معمولی قصبے میں جمع ہو جائیں اور کچھ دشواری بھی نہ ہو۔ پھر ایک انجمن قرضِ حسنہ کی مقرر ہو جو مال لینے اور دینے کی رجسٹری کرے خواہ امام مسجد یا موذن ہو جو بھی اس ذمہ داری پر مقرر کیا جائے، اس سے ہر پیسے کا حساب و کتاب تحریری صورت میں لیا جائے تو اس طرح مسلمان سودی قرض جیسی لعنت سے باآسانی بچ سکتے ہیں۔[19]

معاشرت کی بحالی کے ضمن میں مولانا نے جو صورت حال اور ممکنہ حل بیان کیے ہیں وہ کافی قابل عمل تھے۔ مسلمان غریب بھی تھے اور معاشی استحصال کا شکار بھی۔ چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جدید ماہرین معیشت بھی ہنر مندی اور چھوٹے کاروباروں کے فروغ کو کسی بھی قومی معیشت کے لیے ریڑھ کی ہڈی قرار دیتے ہیں۔ ریاستی سطح پر بھی چھوٹے کاروباروں کی سرمایہ کاری اور عوام میں ہنر مندی کی تربیت کے ذریعے غربت ختم کرنے کے منصوبے عمل پذیر رہتے ہیں۔ آج سے سو سال قبل مولانا کی دی گئی یہ تجاویز آج بھی مسلم معیشت کے رہنما اصول مہیا کرتی ہیں۔

خلاصۂ بحث

مولانا حامد رضا خاں مفکر، محقق، مدقق اور مُدبر تھے۔ آپ نہ صرف اپنے زمانہ کے احوال سے مکمل آگاہی رکھتے تھے بلکہ

---

[18] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 58۔

[19] حامد رضا خاں، خطبۂ صدارت جمعیت عالیہ، 63۔

مسلمانوں کو آنے والے دنوں میں جو دینی، ملی، سیاسی، معاشی، انفرادی واجتماعی مسائل اور چیلنجز تھے، ان کی نگاہ سے پوشیدہ نہ تھے اور آپ ان مصائب وحالات سے نکلنے کا راستہ بھی جانتے تھے۔اسی وجہ سے آپ نے اپنے زیرِ نظر خطبے میں مسلمانوں کی فلاح وکامیابی کے حوالے سے اہم نکات پر روشنی ڈالی، جن میں صورتِ حالات کے مطابق بیشتر مسائل کا حل بیان کیا، جو آسان، عام فہم، قابل تقلید اور ممکن العمل ہے۔آپ نے تبلیغِ دین، تعلیم کے فروغ، اتحاد واتفاق کے حصول اور مسلمانوں کی معاشی بحالی کی جو تجاویز دیں وہ بہت شاندار فکر کی غماز ہیں۔ مسلمانوں کے ہر طبقے کو ضرورت ہے کہ وہ ان کے اس منشور کا مطالعہ کرے اور اسے اپنے ارد گرد اور ماتحت افراد میں انفرادی واجتماعی طور پر نافذ کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے، تاکہ مسلمان اغیار کے شر اور غیر شرعی امور سے محفوظ رہیں اور قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی احسن انداز میں گزار سکیں۔